دستی خط

ماخوذ من مجلہ الجامعہ الاسلامیہ بالمدینۃ المنورۃ

ترجمہ: استاذ ابو عمران

میرے دوست:۔

حیران ہوں تجھے کس نام سے پکاروں یا کس طرح مخاطب کروں۔ تیرا نام درہم رکھوں دینار رکھوں تجھے روپیہ کے نام سے پکاروں یا ڈالر کے اسم گرامی سے۔۔۔ زمین کے اوپر یا تہہ میں تیرے کتنے ہی دلکش نام اور رنگ ہیں جو آنکھوں کو چندھیا دیں دل و دماغ کیا عقائد تک کو ہلا کر رکھ دیں۔

ہاں مجھے تیرے اسماء و القاب اور شکل و صورت سے کیا غرض تو نوٹ کی شکل اختیار کرے یا زرد سونے کی، تو مال تجارت کی صورت میں ہو یا جائیداد کی، مجھے ان سے کوئی غرض نہیں مجھے تو تیری حقیقت، ماہیت سے غرض ہے مجھے تو تیری مطلب براری سے واسطہ جس کی بناء پر تو اول آفرینش سے قبر کی دیواروں تک سہارا بنتا ہے۔

اپنے دل کی باتیں تیری طرف اوراق کی زینت کر رہا ہوں شاید اظہار مافی الضمیر کا کوئی اور بھی ذریعہ ہو لیکن اس وقت تیرے کردار کی عکاسی کرنے والا یہ شعر مجھے ان کلمات پر ابھار رہا ہے جسے میں بار بار اپنی زبان سے دہراتا ہوں

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

اے دوست (مال) تو نے تو میری زندگی، اجیرن کر دی میرا دین تباہ کر دیا میرا اخلاق دیوالیہ ہو گیا میری رائے تو نے چھین لی، میرے اور کتابوں کے درمیان بڑی دوری ڈال دی۔

تیری جان پہچان سے قبل اور تیری معرفت کے بعد میری زندگی میں دن رات کا فرق ہے تیرے دیدار سے قبل میں صاحب الرائے تھا انجام و نتائج سے بے خبر ہو کر اپنی رائے آزادی سے دیتا تھا باطل کو بہانگ دہل باطل اور جھوٹے کو سرعام جھوٹا کہتا تھا اہل نفاق اور ریاکاروں کی مجالس میں جانا ہوتا تو جلی کٹی کہتا جس سے ان کے کان ناخوش رہتے میرے دوست تیرے ساتھ گہری شناسائی سے قبل اس قلیل پونجی کے ساتھ جو میرے پاس ہوتی تھی علم و ادب کی کتب خریدتا تھا جس سے اپنی معلومات کو وسیع کرتا اپنے ذوق کو جلا بخشتا، افکار کو فنون کی کتب سے اسلامی ثقافت میں رنگتا تھا۔ مجھے وہ وقت موجودہ لذیذ و شہی کھانوں سے اچھا محسوس ہوتا ہے جس چٹ پٹے کھانے سے میرا جسم موٹا، ذہن غبی اور حمیت دینی ختم ہو گئی ہے وہ گزرا ہوا وقت مجھے اس حال سے بہتر معلوم ہوتا ہے جس میں میں نت نئے کپڑے پہن کر مور کی طرح فخریہ طور پر چلتا پھرتا ہوں مجھے تو اب وہی تصور رہتا ہے جو بچے اور جوان عید پر نئے کپڑے پہن کر کیا کرتے ہیں۔

قبل ازیں میں ان لوگوں پر سخت عیب جوئی کرتا تھا جو تجھے جمع کرنے پر لگے ہیں باوجودیکہ انہیں تجھ سے سکون حاصل نہیں۔ آرام و نیند میسر نہیں جب بھی میں ان سے دریافت کرتا کہ "اس کے باوجود یہ دوڑ دھوپ کیسی؟ جواب ملتا "میں اپنا اور اولاد کا مستقبل محفوظ کرنا چاہتا ہوں۔ تیرا خیال ہے کہ تاجر حضرات سیٹھ لوگ تو زندگی کی بہاریں لوٹیں، کھلا کھائیں، نیا پہنیں اور ہم اہل علم تنگ دستی اور محرومی کی زندگی بسر کریں۔

میرے بھائی کیا ہم اس جہاں میں بسنے والے انسان کی طرح انسان نہیں کیا یہ عدل و انصاف کے منافی ہے کہ ہم بھی اس جہان رنگ و بو میں نعمت کو

استعمال میں لائیں۔ لوگوں نے اموال جمع کر کے اپنا مستقبل محفوظ کر لیا ہے راضی خوشی بسیرا کر رہے ہیں۔ اگر ہم بھی مال و زر جمع کر لیں دنیا کی نعمتوں سے مالامال ہو جائیں جسے وہ حاصل کر چکے ہیں تو کیا ہم نے کوئی برائی کی یا گناہ کا ارتکاب کیا؟

تیری رفاقت سے قبل میں اپنی گذران پر خوش تھا میرا لین دین تسلی بخش تھا، زندگی خوشی خوشی اور بابرکت گذر رہی تھی۔ اپنے خالق کی عبادت خشوع وخضوع اور حضور قلب سے کرتا تھا۔ جلد بازی یا ناپسندیدگی سے بالاتر اسباق و لیکچر تیار کیا کرتا تھا۔ وقت سے کافی پہلے پہنچ کر معماران ملت سے ہشاش بشاش ملاقات ہوتی۔ دریں اثنا کچھ وقت یاد رفتگاں میں گذرتا فوت شدہ علماء کرام کا تذکرہ ہوتا جو صدیوں قبل فانی دنیا کو خیر آباد کہہ چکے ہیں۔ وہ جنہوں نے دنیا میں حصول نعم اور اولاد کا مستقبل محفوظ کرنے کی بجائے اپنا اخروی گھر محفوظ کیا اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کی حفاظت کیلئے علم وادب کا ورثہ چھوڑا۔

تیری آشنائی سے قبل میں------ تھا اور---- پھر جب ہی تیری رونق جبیں، حسین صورت، سہل طبیعت سے واسطہ پڑا بس اب تو تیرے ساتھ دلی لگاؤ ہو گیا ہے تیری نسبت و تعلق سے میرا آنا جانا ہے جہاں تو ناپید ہو وہاں میرا ورود ناممکن۔ مبالغہ نہ ہو تو سچ کہوں۔ تیری محبت و چاہت کا غلام ہوں۔ تیری آنکھ سے کسی چیز کو دیکھتا تیرے کان سے سنتا ہوں وہ جگہ جہاں تیرا وجود نہ ہو بیقراری میں گذرتا ہے۔

ابھی گذشتہ کل تیرے قیمتی اوراق کا بنڈل ہاتھوں میں تھمایا کبھی ادھر کبھی ادھر الٹ پلٹ کیا ایک ایک ہزار کے نوٹ گن کر میرا دل و دماغ مسرور تھا ان بیش قیمت نوٹوں کو جیب میں ڈال کر بازار میں گھومنے کیلئے نکلا۔ باوجودیکہ

میری بینائی میں کمی نہیں آئی لیکن خوشی اور غرور کے ملے جلے جذبات کا نتیجہ تھا کہ مجھے لوگ فقط صورتیں اور سائے جیسے بے قیمت نظر آرہے تھے میری جوانی مائل از شباب ہے لیکن پھر بھی میری چال ڈھال میں جوانوں سے بھی بڑھ کر اختیال اور بانک پن آگیا میں طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے اپنے من میں ڈوبا چلا جارہا تھا کہ ایک راہ چلتے شخص سے ٹکرا گیا۔ دیکھتا ہوں بیچارہ زمین پر پڑا کراہ رہا ہے اور چوٹ کی بناء پر الٹ پلٹ ہورہا ہے۔ لیکن کوئی بوسیدہ پوش شخص ہے میں نے حقارت بھری نگاہ ڈالی اور بے پرواہی سے اپنی راہ لی۔ لوگ مجھے ناراضگی اور غضب ناک نگاہوں سے دیکھتے رہ گئے۔

اچانک دیکھتا ہوں میں تو ایک عظیم کتب خانے کے سامنے کھڑا ہوں جو کتابوں اور خریداروں سے کھچا کھچ ہے مجھے ایک ہلکی سی آواز جو تیزی محسوس ہوئی کانوں میں نہ پڑتی تو میں اپنی پرانی عادت سے مجبور اس میں داخل ہوا چاہتا تھا۔

تیری سرگوشی کو میرے کان ۔ سنا:۔

میرے دوست کہاں........ فضول خرچ....... کب تلک۔ کتنے سال بیت چکے تو نے تکمیل اسناد حاصل کرلی ہیں اور اب تو آپ ایک عظیم عہدہ پر فائز ہیں۔ آپ مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ پڑھنے اور مطالعہ کی آپ کو کیا ضرورت۔ یہ محنت اور دھندے تو امتحان کیلئے ہوتے ہیں اور آپ اس میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اچھا آپ اپنی معلومات کی توسیع اور علم کی گہرائی کا ارادہ رکھتے ہیں؟

میرے حبیب اتنا اہتمام اور (اپنا) قیمتی وقت تجارت کا حساب کتاب اور اموال کی ترقی پر صرف کرنا کیا ہی سود مند ہوگا۔ حضور آپ تو افسران بالا کو تحفے تحائف اور وقتاً فوقتاً دعوتیں دے کر اپنی ملازمت کسی بھی قسم کے شکوہ و شکایت

سے محفوظ نہیں کر چکے؟

میرا ارادہ ہوا کہ دوست کے ساتھ کچھ بحث و تکرار کروں اور ملازمت کے سلسلہ میں کوتاہی کر کے ارتکاب خیانت کی (توضیح کی) طرف اشارہ کروں مگر اتنے میں مؤذن کی ندا سنائی دی۔ کتب خانہ سے تمام خریدار نکل پڑے اور مسجد کا رخ کیا۔ میں بھی مسجد میں داخل ہو گیا نمازیوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی لیکن میرا دل و دماغ قطعاً حاضر نہ تھا نماز مکمل ہو گئی مجھے وظائف نماز تو کجا قراءت امام تک کا علم نہیں کہ وہ کیا پڑھ چکا مجھے تو اس وقت راحت محسوس ہوئی جب میرے قدم مسجد سے باہر ہو چکے تھے۔

غم غلط کرنے کیلئے اپنے ہاتھ کو جیب میں ڈالا جو نوٹوں سے بھری پڑی تھی بار بار ان کو چھوا یوں محسوس ہونے لگا کہ آنکھیں ہاتھوں کو چھونے کی نعمت عظمیٰ پر حسد کر رہی ہیں۔ چنانچہ نگاہ بار بار جیب میں جھانک کر مسرور ہوتی۔ میرے کان اس لذت سے محروم نہ تھے۔ گو زبان حال سے ملتجی تھے۔ ارے ہاتھ ان نوٹوں کو ذرا طاقت سے حرکت دو تاکہ اس باعث راحت حرکت سے میں بھی محفوظ ہو سکوں۔

واپسی سے چند لمحے قبل میرے ہاتھ کو گویا بجلی چھو گئی ہو یا فالج ہو گیا یونہی وہ اعادہ مسرور کیلئے جیب میں اترا جیب کو خالی پایا ایک ایک کر کے ساری جیبیں ٹٹول لیں لیکن وہ تو۔۔۔

میں ادھر ادھر نظر دوڑاتا واپس لوٹا کہ شاید یہیں کہیں مجھ سے گرے ہوں گے لیکن۔۔۔ بلاسود۔ اس حیرانی و پریشانی کے عالم میں سر لٹکائے آ رہا تھا کہ کوئی وزنی چیز مجھ سے ٹکرائی اور میں زمین پر گر پڑا۔ لوگ سخت سست کہتے ہوئے

میرے ارد گرد جمع ہو گئے اور اوپر اٹھانے لگے۔

ارے احمق ریڑھے والا چیخ رہا تھا ہٹ جاؤ ہٹ جاؤ کان خراب تھے تو نگاہ نہیں جو تو اس سے ٹکرا گیا۔

ریڑھے والا میرے پاس آیا معذرت کی، بڑے دکھ کا اظہار کیا اور میرے معالج کیلئے حتی الامکان کوشش کی جب کہ اس حادثہ کا سبب سراسر میری غفلت تھی۔ جس میں اس کا کوئی قصور نہ تھا۔ میں بھاری بوجھل قدموں کے ساتھ گھر کی جانب چل دیا۔ جب کہ میرا دل کہہ رہا تھا ہاں ہاں اس شخص کا عذر و معذرت قبول کرنا ہی بہتر تھا۔ کیونکہ اس وقت تو ایک بے مال فقیر حال سے بڑھ کر نہیں تیرے لئے اس سے بہتر اور کوئی راستہ نہ تھا۔ ہاں اگر مال تیری جیب میں ہوتا تب تو اسے طمانچہ لگاتا کہ اس کا ہوش ٹھکانے ہو جاتا اور ترش روئی سے اسے پیش آتا۔ میں نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میری پیشانی پر زخم چہرے پر زردی، آواز کی پستی انہیں گھبراہٹ میں ڈال رہی تھی۔ اہل خانہ کے بے شمار سوالات کے جواب سے قبل ہی میں گویا ہوا کہ بس قدم پھسلنے سے یہ زخم اور معمولی چوٹیں آئی ہیں فکر کی ضرورت نہیں۔ لیکن پھر بھی سوالات کی بوچھاڑ ہوئی کہ یہ چوٹیں آواز کی پستی اور تب میں نے اپنی جیب کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ یہ بھری ہوئی جیب نہ جانے کب خالی ہو گئی۔

میرے اہل خانہ نے کہا ہم نے تجھے اس فتنہ سے آگاہ کیا تھا کہ ہم اس کثیر رقم کی بجائے متوسط گذران پر ہی اللہ پاک کے شکر گذار ہیں۔ نہ جانے اس مال میں کیا کیا شر تھی جس سے مالک کائنات نے ہمیں اس طرح بچا لیا ہے اپنے مالک سے عافیت کا سوال کیجئے اور یہ کھانا حاضر ہے۔

میں تھکاوٹ اور گرانی طبیعت کی بناء پر کھانا کھائے بغیر لیٹ گیا چند ہی لمحات گزرے ہوں گے کہ کمرے سے مجھے عجیب سی آواز سنائی دی۔ مجھے (دولت) آزادی، سیروسیاحت، ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ آنا جانا بہت پسند ہے جب کہ مجھے حبس یا غلامی نہیں بھاتی۔ مجھے تو خالق نے آزمائش وابتلا کیلئے وجود بخشا ہے۔ دیکھو کتنے بلند ناک، جن کی اکڑی گردن مائل نہیں ہوتی مجھے دور ہی سے دیکھ کر زمین کے بل گر جاتے ہیں اور صاف پیشانی زمین بوس کرنے میں ذرا بھی قباحت محسوس نہیں کرتے۔

لاتعداد فقیر، تقوی و پرہیز گاری کا لبادہ اوڑھے گرموشی اور خلوص دل سے دین کی دعوت میں مشغول جب قریب سے میرا گزر ہوا اسے لوگ بھول گئے اور وعظ یاد ہی نہ رہا۔ حقوق اللہ یا حقوق العباد سب فضول نظر آنے لگے اور شیطان کے نقش پا کو راہ گذر متعین کر لیا۔

بے شمار قاضی وجج جن کا عدل میں طوطی بولتا تھا اور گویا ان کی زبان پر حق بولتا ہو، میں پچھواڑے سے داخل ہوا اور ڈرتے ڈرتے مایوسی و بے اطمینانی میں قدم رکھا پھر آہستہ آہستہ میرا آنا جانا ہو گیا اور سب در میرے لئے واہ ہو گئے۔

کتنے وزیر (مجھے یاد ہے کہ) جو لوگوں کی اصلاح احوال پر مامور تھے رعایا پر رحم و کرم ان کی فطرت تھی۔ لیکن ہوا یوں کہ اصلاح پسندیاں، خدمت خلق رفاعی امور کے بالمقابل میں نے اپنا مقام پیدا کرنا شروع کیا تو میرا وزن ہر طرح سے بھاری رہا حتی کہ فریق ثانی بے وزن سارہ گیا۔ کتنی ہی بلند صدائیں جو مسلمانوں کی حالت زار پر نوحہ کناں رہتی تھیں۔ مسلم حکمرانوں کی بے حسی کا تذکرہ ان کا موضوع سخن رہا۔ پھر کیا تھا ان کی ہر نجی مجلس میرے ذکر خیر سے مزین ہوتی اور

میرے تذکرہ کے علاوہ انہیں کوئی بات اچھی ہی نہ لگتی اور رات دن میرے ہی تذکرے ان میں چھڑ گئے۔

عنقا ہیں وہ لوگ میری آمد کے باوجود ثابت قدم رہے اور ان کی آنکھیں نہ چندھیائیں اور دل وضمیر روشن رہے۔ خالق کائنات نے مجھے اہم مقام عنایت فرمایا ہے جو لوگ مجھے ہر وقت طعن و ملامت اور حسد و کینہ کا پیامبر قرار دے کر میرے وجود سے پاک معاشرہ تشکیل دینا چاہتے ہیں وہ سدید رائے نہیں رکھتے۔ میں تو ایک سواری ہوں صاحب خیر مجھ سے بھلائی کے در کھول لے یا اہل فساد مجھے برائی کا زینہ بنالیں۔ دنیا میں انتہائی عزت و وقار کے حصول کے باوجود میری زندگی غموں سے عبارت ہے۔ یہ بات بڑا دکھ دیتی ہے کہ بہت سے لوگ مجھے اکٹھا کرلیتے ہیں مگر اس ذخیرہ اندوزی کا صحیح مصرف نہیں جانتے۔ کاش مجھے خزانہ کرنے والے شہد کی مکھی سے سبق لیں جو جمع کرتی ہے مگر انتفاع کیلئے۔ کاش مجھے جمع کرنے والے چیونٹی کی اتباع کریں جو آج جمع کرتی ہے کہ کل جاڑے میں کام آئے اے کاش مجھے جمع کرنے والے مالک کائنات کے احکام میں خرچ کریں تاکہ لوگ مجھ سے استفادہ کرسکیں۔

اے دوست تیری آواز اب مجھے سنائی نہیں دے رہی تو کچھ اور قیام نہیں کرتا؟ کہ بات مکمل ہوجائے؟ کیا تو پھر آئے گا؟